نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

حضرت مولانا مفتی نظام الدین شہیدؒ کی المناک شہادت

قتل گاہوں کو لہو دیتے رہیں گے اہلِ دل
کارواں چلتے رہیں گے کربلا تا کربلا

امت مسلمہ اس وقت جن تکلیف دہ و روح فرسا حادثات سے گزر رہی ہے اس کی نظیر مشکل سے ماضی میں ملے گی۔ اس کا وجود کئی دہائیوں سے مسلسل ولگاتار نت نئے فتنوں' حادثوں وسازشوں اور کفار کی یورشوں کی زد میں ہے۔ مسلمانوں پر ایک ابتلاء کا دور ہے جو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا۔ اک شبِ غم ہے جس کے مقدر کے ستارے گردش ایام اور مسلمانوں کے شامت اعمال کے باعث کہیں سو گئے ہیں؟ نقار خانہ انسانیت میں وجود مسلم اور اس کی چیخ و پکار صرف اور صرف دانہ ءسپند سے زیادہ کچھ بھی نہیں۔ ہائے افسوس وہ مردان حر صفحۂ ہستی سے رخصت ہو گئے۔ جن کے نعروں سے سینہ فلک شق ہوا کرتا تھا اور جن کے نعرہائے تکبیر سے پہاڑ اور کائنات کا ذرہ ذرہ لرز جاتا تھا' چند ایک جو بچ گئے ہیں انہیں بھی ایک ایک کر کے طاغوتی و کفری طاقتیں مٹانے پر تلی ہوئی ہیں۔ اس کی تازہ مثال ملک کے نامور عالم دین' بین الاقوامی شہرت کے حامل' جہادی تنظیموں کے سرپرست' مذہبی جماعتوں کے بہی خواہ' مسندِ حدیث کی رونق' طالبان افغانستان کے معاون ومربی' غریبوں و نادار حضرات کے مددگار۔ الغرض ہر دلعزیزی وکمالات کے جامع الصفات شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزئیؒ کی شہادت ہے۔

قلم اور دماغ دونوں خشک ہو رہے ہیں اس بات سے کہ آپ جیسی بے ضرر منکسر المزاج' عجز وشرافت کی تصویر اور فرشتہ صفت انسان پر کوئی کیسے بندوق چلا سکتا ہے؟ جس کی کسی بھی شخص سے بدی اور دشمنی نہیں تھی' اور نہ ہی اس بے ضرر انسان کا کسی فرقہ وارانہ تنظیم یا جماعت سے کوئی واسطہ تھا۔ آپ کے دل میں تعصب اور نفرت نام کی کوئی بھی چیز موجود نہیں تھی۔ البتہ بین الاقوامی سامراج کے خلاف انکا دل اور ان کا وجود آتش فشاں پہاڑ کی مانند تھا۔ آپ کا وجود اسلام دشمن عناصر کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھٹکتا تھا۔ آپ نے جس طرح تحریک طالبان کی سرپرستی اور معاونت کی' پھر اس کے بعد دینی مدارس کے خلاف جاری ریشہ دوانیوں اور ملک میں دین و مذہب کے خلاف مسلسل سازشوں کے خلاف آپ ہمیشہ سینہ سپر رہے۔

حیرانگی، تعجب اور افسوس کی بات یہ ہے کہ حکمران، مغربی ممالک اور دیگر سیکولر عناصر مسلسل دینی طبقات، مدارس اسلامیہ اور علماء کو بنیاد پرستی، انتہا پرستی اور دہشت گردی کا طعنہ ہر وقت دیتے ہیں۔ اور ابھی حال ہی میں جناب پرویز مشرف نے حسب عادت اپنے ایک خصوصی مضمون میں ان پرانے الزامات کا پھر اعادہ کیا ہے اور تمام برائیوں اور تخریب کارانہ کاروائیوں کی وجہ اسی مظلوم طبقے کے سر تھوپا گیا ہے۔ کہ نزلہ بھر عضو ضعیف

ہمارا حکمرانوں اور پوری دنیا سے یہ سوال ہے کہ اگر علماء اور دینی طبقات ہی ''ظالم اور تخریب کار'' ہیں تو پھر یہ بیچارے کیوں تختہ ستم بنے ہوئے ہیں؟ اور علماء میں بھی خصوصاً دیوبند کے مسلک والے چیدہ چیدہ معتدل مزاج شخصیات کو کیوں چن چن کر قتل کئے جارہا ہے؟ پھر کراچی میں مدارس دینیہ سے وابستہ علماء کا تو سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ صفایا کیا جارہا ہے۔ اور خصوصاً حضرت علامہ یوسف بنوریؒ کے جامعہ بنوری ٹاؤن پر تو یورشِ مسلسل ہے۔ جامعہ کی مقتدر شخصیات پر پے در پے حملے ہوئے اور کئی جلیل القدر علماء و مشائخ ظالموں کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش کر گئے۔ راقم جس کی اولین مادر علمی بنوری ٹاؤن ہی ہے اور یہ غمزدہ وقتاً فوقتاً اپنی اجڑتی اور غمزدہ ماں کی گود کے پیاروں پر نوحہ گری اور اپنے درد و جذبات کا اظہار کرتا رہا۔ آج سے چار سال قبل (جون ۲۰۰۰ء) حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ کی شہادت پر بھی کچھ لکھا تھا جو ٹھیک اس نئی افتاد اور قیامت خیز حادثے سے مناسبت رکھتے ہیں۔ آج دوبارہ اپنے جگر کے پرانے داغ نذر قارئین ہیں:

''جامعہ بنوری ٹاؤن کی صفوں سے صرف چند سالوں میں حضرت مولانا محمد ادریس میرٹھیؒ، حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ، حضرت مولانا مفتی ولی حسن ٹونکیؒ، حضرت مولانا سید مصباح اللہ شاہؒ، مولانا بدیع الزماںؒ، مولانا مفتی محمد ولی درویشؒ اور حاجی عبداللہ مہاجر مدنیؒ رخصت ہو گئے اور پھر حضرت مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ اور استاذی حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع شہیدؒ اور سُلالۂ ابرار مولانا محمد بنوری شہیدؒ کی پے در پے شہادتوں نے نہ صرف مدرسے کو شکستہ کیا بلکہ دلوں کے در و دیوار تک شکستہ ہو کر رہ گئے اور اب ایک بار پھر حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کا خون ناحق کر دیا گیا۔ متعدد علماء و اساتذہ کے پے در پے خون بہانے سے بنوری ٹاؤن کے میناروں تک خون کی سرخی پہنچ گئی ہے۔ جامعہ بنوری ٹاؤن سے جنازے اٹھاتے اٹھاتے اہل جامعہ کے کندھے تھک گئے ہیں اور قاتلوں کے خلاف روایتی پرچہ کٹاتے کٹاتے علماء عاجز آ گئے ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس ملک کا کون والی وارث ہے؟ اور کس قاتل کے ہاتھ مسندِ قضاء و انصاف تھما دی گئی ہے۔ یہاں علماء اور فضلاء اور مذہبی افراد کا خون ایسا بہایا جارہا ہے جیسے پاکستان نہیں بلکہ الجزائر اور مصر ہو۔ اس معاشرے میں زندہ رہنا اور علم و فضل سے وابستہ ہونا گویا ایک جرم بن گیا ہے۔ ملک و ملت پر ہر صبح قیامت کا سورج طلوع ہوتا ہے کسی نہ کسی گوشے، مدرسے، خانقاہ اور امام باڑے سے لہو کی دھار اٹھتی ہے غروب آفتاب کے وقت افق پر شفق کی سرخی کی جگہ خون ناحق کی سرخی پھیلی ہوتی ہے۔ یہاں دانشوروں، علماء فضلاء کو قتل کیا جاتا

ہے اور ڈاکوؤں' بدمعاشوں' درندوں کو قضاء وقدر اور عزت و وقار کی خلعتیں بخشی جاتی ہیں۔ پورا ملک یوں لگتا ہے کہ قتل گاہ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ یہاں ہر عالم اور محب وطن کی زندگی بھر کی خدمات اور کاوشوں کا صلہ آگ وخون میں نہلا دینا ہے۔ اس کی مثال مسیحائے قوم اور ہمدرد پاکستان حکیم محمد سعیدؒ اور دیگر مظلوم علمائے کرام کی قبریں ہیں۔ معلوم نہیں کہ مملکتِ پاکستان اور پاکستانی معاشرہ کب تک اپنے محسنوں کی قبروں میں اضافہ برداشت کرتا رہے گا .....

ابھی کچھ عرصہ پہلے ہی پاکستانی افواج کو عراق بھیجنے کا غلغلہ حکمرانوں نے پیدا کیا' تو اس فتنہ کے سدباب کے لئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے تمام مسالک اور اکابرین کا اسلام آباد میں ایک نمائندہ اجلاس بلایا اور حضرت مفتی صاحبؒ نے بھی اس اجلاس میں نہ صرف شرکت کی بلکہ والہانہ انداز میں کئی گھنٹے مسلسل بیٹھ کر اس فتوی کی تیاری میں انتہائی جانفشانی سے کام لیا۔ اور پھر علمی وفقہی انداز میں ایک متفقہ فتویٰ مرتب ہوا' جسے ایم ایم اے کے جلسہ عام منعقدہ لیاقت باغ راولپنڈی کے عظیم الشان جلسہ عام میں اس کمیٹی کے چیئرمین مولانا سمیع الحق نے پڑھ کر جاری کیا جس میں تمام دینی جماعتوں کے اکابرین موجود تھے۔ جس کی بدولت ہی حکمران افواج پاکستان عراق بھیجنے سے باز رہے اور یوں عالم عرب وعالم اسلام میں پاکستان کے لئے پیدا ہونے والی متوقع نفرت ختم ہوگئی۔

حضرت مفتی صاحبؒ سیلف میڈ انسان تھے' سوات کے علاقہ شموزئی کے ایک چھوٹے سے غیر معروف گاؤں فاضل بیگ گھڑی' سخرہ میں پیدا ہوئے' کچھ ابتدائی تعلیم علاقے میں حاصل کی اور باقی علم کے حصول کے لئے کراچی تشریف لے گئے۔ بہت کم افراد کو علم ہوگا کہ آپ نے وہاں دوران تعلیم مختلف قسم کی سخت جان نوکریاں اور مزدوریاں بھی کیں اور یہ مشقتیں آپ نے راتوں کو جاگ کر برداشت کیں' اور پھر دن کو حصول علم کی جستجو کرتے۔ ان مشکل مراحل کے باوجود آپ نے علم کے حصول کا مقصد ادھورا نہیں چھوڑا۔ کہتے ہیں کہ ذہانت اور صلاحیتیں ہمیشہ سطح آب پر آکر ہی دم لیتی ہیں۔ اسی کے مصداق بہت جلد آپ بھی فراغت حاصل کر کے درس وتدریس میں ایک ممتاز حیثیت اختیار کر گئے اور پاکستان کے نامور اور کراچی کے معروف علمی درسگاہ جامعہ فاروقیہ میں آپ کی صلاحیتوں کی بھرپور قدردانی کی گئی اور تقریباً ۲۰ برس تک آپ اس درسگاہ کے مختلف شعبوں سے وابستہ رہے۔ اس کے علاوہ آپ نے سندھ کی مشہور جامشورو یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی امتیازی حیثیت سے حاصل کی۔ پھر بعد میں آپ بین الاقوامی شہرت کے حامل جامعہ بنوری ٹاؤن منتقل ہوگئے اور آپ کا شمار جامعہ کے ممتاز مشائخ میں ہونے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے آپ شیخ الحدیث اور رئیس دارالافتاء کے مناصب جلیلہ پر فائز ہوگئے۔ کراچی اور ملک بھر میں آپ کی علمی وروحانی شخصیت کا جادو چلنے لگا۔ آپ بڑی مثبت سوچ کے حامل شخصیت تھے' طبیعت میں مستقل مزاجی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی' آپ کی جسمانی قدآوری نے آپ کی شخصیت کی قدآوری میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ سفید لباس میں ملبوس اور خوبصورت سفید داڑھی اور علمی وجاہت اور بے مثل سخاوت' انکساری' بہادری' شیریں گفتاری'

وضع داری آپ کی شخصیت کے بنیادی عناصر ترکیبی تھے۔ آپ کے مزاج میں روایتی خشک مزاجی بالکل نہیں پائی جاتی تھی۔ آپ کا یہ کمال تھا کہ علمی اور تحقیقی اور فقہی مباحث کی مجلس ہوتی تو بھی آپ مرکز نگاہ ہوتے یا اگر شعروادب کی بزم سخن سجتی تو بھی آپ اس میں میرِ محفل ہوتے۔ اور شعروادب کے ساتھ آپ کا انتہائی گہرا تعلق تھا۔ گو مجھ ناچیز طالب علم کے ساتھ آپ کا تعلق بنوری ٹاؤن کے طالبعلمی کے زمانہ ہی سے تھا آپ ہمیشہ شفقت ومحبت سے پیش آتے تھے پھر بعد میں یہاں حقانیہ میں آپ کئی برس تک مسلسل وفاق المدارس کی جانب سے بطور نگران اکوڑہ خٹک تشریف لایا کرتے تھے تو اکثر ملاقاتیں رہتیں۔ لیکن جب راقم نے ''الحق'' کی ادارت سنبھالی اور خامہ فرسائی وتک بندی کا سلسلہ بھی شروع ہوا تو میرے انتہائی مخلص ترین مشفق مہربان حضرات کی فہرست میں آپ کا شمار سب سے پہلے تھا۔ ہمیشہ میرے مضامین پسند فرماتے اور تشجیع وحوصلہ افزائی فرماتے۔ پھر بعد میں ایک ادبی سلسلہ ''ذوق پرواز'' کے نام سے اپنے بے مایہ قلم سے نکلا۔ تو چھوٹوں کی حوصلہ افزائی کی ایک مثال دیکھئے کہ یہاں کی ایک علمی تقریب میں بہت سے علماء مشائخ کی موجودگی میں پیری ومریدی کی بحث چل رہی تھی تو آپ نے سب کے سامنے فرمایا: ''ہر کوئی کسی نہ کسی کا پیر ومرید ہے اور میرے بھی کچھ تھوڑے بہت مرید ہیں۔ لیکن میں راشد الحق کا مرید ہوں'' میں نے عرض کیا کہ حضرت آپ مجھ ناکارہ اور گناہگار کے بارے میں یہ کیا فرمارہے ہیں میں آپ کا مرید ہوں۔ یہ آپ کی وسعت ظرفی اصاغر پروری اور علم دوستی کا نمایاں پہلو تھا۔

آپ کی معیت میں فتح کابل کے موقع پر افغانستان کا ایک یادگار سفر بھی راقم کو نصیب ہوا۔ آپ اگرچہ نہایت سنجیدہ اور متانت وقار کا مجسمہ تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ کے پہلو میں موم سے زیادہ نرم اور پارے سے زیادہ متحرک ایک دل بھی تھا اور اس دل میں ایک ادیب، سخن فہم، نکتہ سنج اور باذوق انسان بھی ایک کونے میں چھپا ہوا تھا اسی لئے کئی روز کے سفر میں آپ طرح طرح کے لطائف وظرائف اور اشعار ونکات سے سفر کو دوبالا کرتے رہے۔ اور آپ حقیقت میں اس شعر کی تعبیر تھے کہ:

نگاہ بلند، سخن دلنواز، جاں پرسوز　　یہی ہے رخت سفر میرِ کارواں کے لئے

اس سفر کی ایک ایک بات اور ایک ایک لمحہ آج بری طرح ستا رہا ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے علاوہ اس سفر میں میرے بہت ہی مشفق ومربی اور مہربان استاذ حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع شہیدؒ، حضرت مولانا مفتی محمد ولی صاحب مرحوم اور دیگر علماء ہمراہ تھے۔ ہائے افسوس اس سفر کے کئی ہمسفر ناموس اسلام کے تحفظ کی خاطر شہید ہوگئے اور ہم جیسے گفتار کے ''غازی'' صرف ''شہیدِ'' تمنا ہی ٹھہرے۔

؎ یاران تیز گام نے محمل کو جا لیا　　ہم محو نالہ جرس کارواں رہے

اور ؎ گل گونہء عارض ہے نہ ہے رنگ حنا تو　　اے خوں شدہ دل تُو تو کسی کام نہ آیا

حضرت مفتی صاحبؒ کے بارے میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے اور آئندہ بھی بہت کچھ لکھا جائے گا۔ کیونکہ کردار و گفتار کے غازی، عظمتوں کے امین، قافلوں کے امیر عزم و ہمت کے ہمالیہ، اخلاص و تقویٰ کے پہاڑ، سیرت و اخلاق کے اعلیٰ نمونے، اسلاف کی روایات کے پاسبان جیسی عظیم صفات کے حامل کردار کبھی گردِ فنا سے اَٹ نہیں سکتے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کا روشن کردار بھی صبح کے ستارے کی طرح ہمیشہ روشن اور چمکتا و دمکتا رہے گا۔ تاریخ ہمیشہ آپکے نام کی تعظیم کرے گی اور آنے والے قافلے آپ جیسے شہیدان وفا سے عزم ہمت کی جِلا پاتے رہیں گے۔ شہادت کے چند لمحوں بعد یہ دردناک اطلاع حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کو پہونچ گئی۔ دارالعلوم حقانیہ میں اس اطلاع سے غم و رنج کی فضا چھا گئی۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اولین پرواز سے کراچی پہونچ گئے، نہ صرف جنازہ اور تدفین میں شرکت کی بلکہ جنازہ سے قبل جسد مبارک کے ساتھ کھڑے ہوکر حاضرین جنازہ سے دردناک خطاب بھی فرمایا اور دو دن تک جامعہ بنوری ٹاؤن کے اکابرین کے ساتھ بیٹھ کر شریکِ غم رہے، دارالعلوم میں تعزیتی تقریب میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا۔ ادارہ آپ کے صاحبزادگان، پسماندگان اور استاذ محترم حضرت ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر صاحب مدظلہ سے دلی تعزیت کرتا ہے۔ ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

تبلیغی جماعت اور اکابر علماء کی یادگار

حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ کی رحلت

یادگار اسلاف، عالم بے بدل، فقیہہ زمانہ، مبلغ دوراں، داعی خیر، حسن و جمال کے پیکر، علم و عمل کی تصویر اور آسمان رشد و ہدایت کے آفتاب و مہتاب حضرت مولانا مفتی زین العابدینؒ بھی طویل علالت کے بعد نیم جاں امت کو روتے ہوئے داغِ مفارقت دے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ ع دیکھو جسے ہے راہِ فنا کی طرف رواں

پرانے چراغوں میں سے صرف آپ ہی تنہا ضوفشانی کیلئے باقی رہ گئے تھے۔ سو طوفانِ اجل کی ''مہربانیوں'' سے یہ چراغ بھی گل ہوگیا، اور فانوس زندگی کی لَو اور بھی کم پڑ گئی اور ظلمتِ شب کی سیاہی اور بڑھی۔

ع اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

کاروانِ آخرت کا ایک اور مسافر منزل سر کر گیا اور تنزل و ابتری کا شکار معاشرہ اور فسق و فجور میں ڈوبی ہوئی قوم میں دعوت و تبلیغ کا بلند و بالا مینار بھی بالآخر منہدم ہوگیا۔ قحط الرجال محاورے کے خول سے نکل کر حقیقت کا روپ دھار گیا، پشاور سے لے کر کراچی تک اور آس پاس کے پڑوسی ممالک میں بھی ذرا نظر دوڑائیے تو آپ کو وہ کچھ نظر نہیں آئے گا جس کی نگاہ عادی ہوگئی تھی اور جن کی توجہ سے یخ بستہ اور مردہ دلوں میں حدت اور زندگی کی نمو ہوتی تھی۔ معلوم